

دیکھو عاشر میں صاف لفظوں میں تم سے کہہ رہی ہوں کہ میری بیٹی کو ایجوکیشن میں پڑھے گی، مجھے میری بیٹی کو با اعتماد بنانا ہے تمہارے بھائی کی بیٹی جیسی "لو بو" نہیں بنانا کہ کسی لڑکے کو سامنے دیکھ کر یوں ظاہر کرتی ہے جیسے کیسی "خلائی مخلوق" کو دیکھ لیا ہو۔

کہیں دنوں سے اس بحث کی وجہ سے گھر کی فضا میں عجیب ناگواری سی پھیل گئی تھی۔ عاشر اور عامر دونوں بھائی تھے۔ عامر بڑا تھا اور عاشر چھوٹا۔ دونوں میں بہت گہری محبت تھی، کاروبار بھی مشترک تھا۔ اماں جی نے بن باپ کے بچوں کی تربیت اس قدر محنت سے کی تھی کہ دونوں بھائی خوب یوں کا پیکر بن گئے تھے۔ اخلاق ایسے تھے کہ ہر کوئی پہلی ملاقات میں ان کا گرویدہ ہو جاتا تھا ہر

”ردا آہستہ بولو اگر بھابھی نے سن لیا تو انہیں کتنی تکلیف ہوگی تمہیں اس بات کا اندازہ نہیں۔ اس میں برا لگانے والی کیا بات ہے اگر اپنی بیٹی کو ایسا بنایا ہے تو اب اس حقیقت کو تسلیم بھی کریں۔ تم سے تو بحث کرنا ہی بیکار ہے۔ عاشر دوسری طرف کروٹ کر کے سو گیا۔

ردا عاشر سے کہیں دنوں سے اپنی بیٹی جبا کے اسکول کے داخلے کو لے کر جھگڑا کر رہی تھی۔ ردا کی خواہش تھی کہ وہ اپنی بیٹی کو کو ایجوکیشن میں تعلیم دلوائے گی جب کہ عاشر کا کہنا تھا کہ آج تک

اپنے بچوں کی سلامتی کی دعائیں مانگ کرتی تھیں۔
عاصر مر لائی ہوا تو ماں جی نے اپنی بہن کی بیٹی سے
اس کا بیاہ کر دیا، بہو بھی نیک اور عمدہ اوصاف کی
مالک تھی۔ ماں جی بھی بہو کو بیٹی سمجھتی تھیں اور بدلے
میں بہو بھی ان کی سگی ماں جیسی عزت کرتی تھی
وقت تیز ہوا کے جھونکے کی طرح گزر رہا تھا،
دیکھتے دیکھتے ماں جی کے آئین میں بچوں کی
کلاگاریاں گونجنے لگیں۔

خدا نے عاصر کو بیٹی اور بیٹے دونوں نعمتوں سے
نوازا تھا۔ جہاں اور سیف دونوں بہت پیارے اور
فرماہوار بچے تھے۔

معمول کے مطابق بھابھی بچوں کو اسکول
جینے کے ساتھ ساتھ ہفتہ بھی بنارہی تھی ماں جی کی
عادت تھی۔ وہ صبح سویرے عبادت سے فارغ ہو کر
چائے پیتی تھی۔

بھابھی جیسے ہی ماں جی کو چائے دینے گئی۔ ان
کی حالت دیکھ کر بھابھی کی چٹخ نکل گئی ماں جی
جائے نماز پر اونٹ سے ہٹ پڑی ہوئی تھیں۔

بھابھی کی آواز سن کر دونوں بھائی دوڑتے
ہوئے آئے۔ ماں جی کی ایسی حالت دیکھ کر دونوں
بھائیوں کے بھی اوسان خطا ہو گئے، بے ہوشی کی
حالت میں ماں جی کو ہسپتال لے گئے جہاں
ڈاکٹروں نے ماں جی کا معائنہ کرنے کے بعد ان کی
اس حالت کا سبب ہارٹ اٹیک بتایا۔

یہ خبر سن کر عاشر اور عاصر کی حالت ناگزیر ہو گئی،
انسان اپنی تکلیف برداشت کر لیتا ہے لیکن اگر جس

سے وہ محبت کرتا ہے اسے چھوٹی سی چوٹ بھی پہنچے
اس کی تکلیف سہ نہیں پاتا اور یہی حالت اس وقت
ان دونوں بھائیوں کی تھی۔ کہتے ہیں مرد نہایت
منہبوط اعصاب کے مالک ہوتے ہیں لیکن اس
لئے جب ان کی جنت ان کی دسترس سے دور ہو رہی
تھی تو وہ دونوں اپنے آپ کو اس باتوں سے جیسا
محسوس کر رہے تھے جس کا وجود ہوا کے رحم و کرم پر
ہوتا ہے، اور وہ اسے جہاں چاہتی ہے لے جاتی
ہے۔ ماں جی کو "آئی سی یو" میں رکھا گیا تھا وہ دونوں
بھائی ایک پل کے لئے بھی اپنی ماں جی کو اکیلا نہیں
چھوڑ رہے تھے، ہر پل خدا سے اپنی ماں جی کی
صحت یابی کی دعائیں مانگ رہے تھے۔

کیونکہ ماں جی ہمیشہ کبھی تھیں مشکل میں اسکو
پکارا کیونکہ ہر مشکل کا حل اُسی کے پاس ہے اور وہ
اس سے ہی مدد مانگ رہے تھے۔ آخر کار دعا میں
رنگ لائیں، ماں جی کی طبیعت سنبھلی اور انہیں
ہسپتال سے ڈسچارج کر دیا گیا۔

گھر آتے ہی ماں جی کو عاشر کی شاہی ٹی ٹی ٹی
لاحق ہو گئی، اٹھتے بیٹھتے ہیں وہ ایک ہی خواہش کا
اظہار کرتی تھیں۔

”بس مجھے خدا اتنی عمر عطا فرما دے کہ میں
عاشر کے سر پر سہرا سجا دیکھ لوں پھر چاہے وہ مجھے
اپنے پاس بلا لیں۔“

ماں جی کیسی باتیں کرتیں ہیں آپ ابھی تو آپ
کو اپنے پوتے پوتیوں کی شادیاں بھی دیکھنی ہیں
عاصر کی بات سن کر ماں جی مسکرائے لگیں۔

آواز نہ دینا تھا بھی جلدی جلدی صبح کے تانبے کی تیاری کر رہی تھیں اور ساتھ ہی کچن سے بھی رخصت ہوئی تھیں۔

اماں جی نے دیکھا تو کہنے لگی
بہو اکیلے کیوں سب کچھ کر رہی ہوں مردو کہاں ہے؟

اسی لمحے ردا کمرے سے باہر آئی اور بھابھی پر برسنے لگی:

”اگلیس والیں میری شکایتیں اماں جی سے“
مجھو کچھ کر خاموش کیوں ہو گئیں بھابھی۔

بھابھی کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا
یہ کیسی باتیں کر رہی ہو ردا؟ قسم پر دروگر کی میں نے اماں جی سے کچھ نہیں کہا۔

جانتی ہوں میں آپ کو کہ آپ کتنی جھٹی ہیں اور ایک دن میں کیا دیر سے اٹھی آپ نے تو واڈا کر دیا ہے۔ بھول گئیں کہ میں روز ملی اٹھتی ہوں اور آپ کی ناشتہ بنانے میں مدد کرتی ہوں ورنہ بچے تو آپ کے اسکول جاتے ہیں میرے تھوڑی۔

”ردا تم میرا حقین کرو میں نے اماں جی سے کچھ بھی نہیں کہا۔“
زیادہ معصوم بننے کی ضرورت نہیں ہے۔
یہ کیا ہو رہا ہے؟ اماں جی کی رعب دار آواز ردا نے سنی تو خاموش ہو گئی۔

اور ردا یہ کس لمحے میں تم بڑی بہو سے بات کر رہی ہو۔

آخر کہاں جی نے اپنے جاننے والے کی بیٹی سے عاشر کا رشتہ طے کر دیا اور چٹ مقلبی اور پٹ بیاہ کوڑیج دیتے ہوئے سادگی سے ردا کو اپنی بہو بنا کر اپنے گھر لے آئیں۔

ردا نہایت خوبصورت اور بااخلاق لڑکی تھی کچھ دنوں میں ہی اس نے گھر کے تمام افراد کا دل جیت لیا۔

سب کچھ ٹھیک ٹھاک چل رہا تھا کہ یکا یک ردا کے برتاؤ میں تبدیلی آنا شروع ہو گئی اور یہ تبدیلی ردا کے والدین کی مالی حالات میں حد سے زیادہ بہتری کی وجہ سے آئی تھی۔ پہلے وہ تن کمرے کے فلیٹ میں رہتے تھے، اچانک پچھلے میں شفٹ ہو گئے۔ رہنے بسنے کے ساتھ ساتھ ان کے خیالات بھی بدلنے لگے۔ حجاب جو انہیں عورتوں کے تحفظ کا ضامن لگتا تھا اب وہ عورتوں کو پابند کرنے کا ذریعہ لگنے لگا۔ ردا کے بھائیوں نے اپنے بچوں کو اسلامی اسکولوں سے اٹھوا کر مشینری اسکولوں میں بٹھا دیا۔ دین سے دوری اختیار کر کے دنیا کی رنگینیوں میں کھو گئے۔ بھائیوں نے ایک ہی پچھلے میں علیحدہ پورشن بنا لیے اور ماں باپ کو نوکروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔

ردا میں آنے والی تبدیلی کو سب نے محسوس کیا عاشر نے ایک دو بار پوچھا بھی ”تمہیں کیا ہوا ہے ردا کسی سے سیدھے منہ کیوں بات نہیں کر رہی“
تو ردا نے عاشر کو یہ کہہ کر ٹال دیا: ”آپ کو داہم ہو گیا ہے عاشر ایسی کوئی بات نہیں۔“

”ہاں لے لیں آپ بھی بھائی کی سائیڈ لے
 لیں میرا تو یہاں کوئی دھنا ہے ہی نہیں۔
 روڈ کیا ہو گیا ہے جیسے کسی کسی کسی کسی ہتھی ہاتھیں
 گردی ہو۔“
 ”چلو اب ہم پاگل بھی ہو گئے۔“

شور مگر عاشق اور عاشق بھی کمروں سے باہر
 آ گئے

”اٹھ لیں، عاشق میں جاری ہو رہی امی کے
 گھر اور میں جب تک نہیں آؤں جب تک آپ دھنا
 ذاتی مکان نہیں لے لیتے، اب اب ان لوگوں کے
 ساتھ نہیں رہ سکتی۔“

عاشق نے یہ باتیں سنی تو اس کا خون خول گیا۔
 ”اگر روز تو سمجھتی ہو کہ تمہارے بھائیوں کی
 طرح میں اپنی ماں کو چھوڑ دینا تو یہ تمہاری بھٹی ہے
 ساری عمر سزا دے رہی تھی ماں کی بدکشت پر۔“
 وہ اپنے ہی اپنے بھائی کو توں کر رہی تھی، ڈرا بھرا
 روڈ کو لیتے آگیا اور دو ایک بھر کر اپنی ماں کے گھر
 چلی گئی

روڈ کے چلے جانے لے لیں تو بھلا ہر سب پہلے
 جیسا تھا لیکن گھر میں ادھی چھائی تھی جس گھر میں
 پہلے قحط ہو جا کرتے تھے، اب وہاں خاموشی کا راج
 تھا۔ عاشق اپنے کمرے میں جا تا تو اسے روڈ کی یاد
 ساقی بٹھا رہی تھی پر ظاہر نہیں کرتا تھا لیکن ماں اپنے
 بچے کے چہرے سے اس کے دل کی کیفیت جان
 لیتا ہے، اسی لیے امال جی نے عاشق سے بات چیت
 بند کر دی۔

وکان سے واپسی پر عاشق گھر آیا تو وہاں سنا
 سنا ہوا تھا۔

امال ایسا سوچا کہ یہ طبیعت ہے آپ کی؟
 روڈ کے جانے کے بعد امال کی طبیعت پھر
 سے سا سارے بننے لگی تھی۔

امال جی نے عاشق کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا
 اور اس کی بات کو ان ہی کر دیا۔

”اماں جی آپ مجھ سے صبح سے کیوں بات نہیں
 کر رہیں؟ اماں پلایز مجھے میری غلطی تو بتائیں گراہیا
 میں نے کیا کیا ہے، جن کی آپ مجھے سزا دے رہی
 ہیں؟ عاشق کی آواز بھینکے لگی۔“

”بیٹا تم چاہتے ہو کہ میری طبیعت صحیح رہے
 میں خوش اور مطمئن رہوں؟ جی اماں آپ کی فحش
 میرے لئے سب سے زیادہ مقدم ہے تو پھر میری
 بات مان لو ورنہ کو لے آؤ۔“

لیکن اماں آپ جانتی ہیں شہاں نے گھر آنے
 کی کیا شرط رکھی ہے۔

تو بیٹا مان لو اس کا مطالبہ اس کا مطالبہ کوئی
 جا کر نہیں ہے ہر عورت چاہتی ہے کہ اس کا الگ گھر
 ہو جس میں اس کی حکومت ہو اور شوہر کا یہ حق ہے کہ
 وہ اپنی شریک حیات کی اس خواہش کو پورا کرے۔
 ”اماں میں آپ سے دور نہیں رہ سکتا۔“

”بیٹا میں تمہیں دور کہاں بھیج رہی ہوں، گھر کی
 مال کی منزل پر تو جانے کا کہہ رہی ہوں اور بالائی
 منزل کوئی سات سمندر پار تھوڑی ہے بس ایک
 میڑھی کا تو فاصلہ ہے۔“

بچے جتنا بھی بڑا ہو جائے اسے ماں کی گود میں
وہی سکونا ملتا ہے ہوا ایک نوسلو کو ملتا ہے۔

بیاض طبیعت تو ٹھیک ہے؟

اماں جی جس طرح مسافر چلتے چلتے تھک جاتا ہے تو سایہ دار شجر کے نیچے کچھ دیر سناٹے بیٹھ جاتا ہے تا اور دیر دیر کا آرام اس میں غنی قوت پیدا کر جاتا ہے اسی طرح میں بھی تھک گیا تھا اس لیے آپ کی گود میں سر رکھ کر سو گیا۔ اماں جی ماری شکمن اثر فی دل کو کسوں مل گیا۔

”میں صدقے یہاں کیا بات ہے؟ کیا پریشانی ہے مجھے نہ کہہنا۔“

اماں جی روا کا میں ایک مطالبہ ماننا ہوں تو وہ
دوسرا مطالبہ میرے سامنے رکھ دینی ہے۔ اب وہ
چاہتی ہے کہ میں جہاں کا داخلہ کروا کر کچھ کمیشن اسکول میں
کرواؤں۔ اماں اس عورت نے میری زندگی بچپن
کر دی ہے۔ سچ کہتے ہیں لوگ "عورت ہی گھر کو
جنت بناتی ہے اور جہنم بھی۔"

”بیٹا ایسا نہیں کہتے، اگر ایک عورت میں خامیاں ہوتی ہیں تو اس میں کوئی نہ کوئی خوبی ایسی ضرور ہوتی ہے جو ان خامیوں کا ازالہ کر دیتی ہے۔ جس مرد کی نگاہ عورت کی خامیوں پر رہی جاتی ہے، اس لیے وہ اس کی خوبی کو پہچان ہی نہیں سکتا“

”ہیما بیجانے دعا سے گواہی کی گئی اسکول میں
جہا کو اور تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کہ اللہ تعالیٰ روا کو
سیدھا راستہ دکھائے اور جہا کو اپنے حفظ و ایمان میں
رکھے۔“

یہ کہتے ہوئے اماں جی نے اپنا چہرہ دوسری طرف کر لیا کہ کہیں ان کا بیٹا انکی آنکھوں میں آئی ٹھی نہ لے۔

”ضمیمہ ہے اماں، جی آپ کا حکم سہرا آنکھوں پر۔“
یہ کہہ کر عامر دروازہ کو لپٹے چلا گیا۔

بڑی محنت اور پیار سے جس گھر کو اماں جی نے
بیٹا تھا جس کی بنیاد کو کبھی کوئی غیر ہلا نہ سکا تھا آج
اپنے نے اسکی بنیاد میں دھار ڈال دی تھی۔ اماں جی
نے دل پر پتھر رکھ کر عاشق کو دیکھنی ہی دنیا آیا دکر نے کا
کہہ تو دیا تھا لیکن انہیں اپنی دنیا کے کھٹ بھانسنے پر
کسی صورت صبر نہیں آ رہا تھا وہ پوری رات منہ پہ
جادو ڈال کر روٹی رتیں۔

خوشی ہو یا غم وقت آزمائی جاتا ہے اداں بن کر
بھی وقت کے ساتھ ساتھ میرا ہی رہتا ہے۔

ردا اپنی دنیا میں خوش تھی۔ اسے اللہ تعالیٰ نے پہلے سال ہی رحمت سے نوازا تھا، حجاب اگل اپنی ماں کا پر تو تھی مگر یا جیسے نین افتخار گلابی رنگت، بلو جیسے کوئی کوتاہ کی ننھی بری ہو۔

سیف اور دعا بھی اب پر وگرمی اسکول سے
سیکندری اسکول میں آ گئے تھے۔

عاشق کام پر جانے سے پہلے اور کام سے آنے کے بعد اماں جی کے پاس آتا تھا شام کو حسب معمول عاشق اماں جی کے پاس آیا تو اس کے حجرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

اماں جی کو سلام کیا اور ان کی گود میں سر رکھ کر سو

وقت ہاتھوں سے ریت کی طرح پھسلتا رہا۔
 دعا کی منگنی ہو گئی۔ سید نے تعلیم کے ساتھ ساتھ
 حجاب کرنی شروع کر دی۔ اماں جی کی طبیعت بھی نرم
 کبھی گرم ہوتی تھیں، اس لیے وہ اب گھر سے بہت کم
 باہر نکلتی تھیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے مضبوط رشتہ
 استوار کر لیا تھا، دن رات اس کی عبادت میں مشغول
 رہتی تھیں۔ حجاب آنکھوں جماعت میں پڑھتی تھی
 وہ اپنا اولول تکل کر رہی تھی۔ اردو سے زیادہ انگریز
 پڑ پڑ رہی تھی۔ ادب و آداب سے مخروم تھی، کچھ ماں
 کی دی ہوئی آزادی کا اثر تھا اور کچھ تعلیمی ادارے
 کے ماحول کا۔

عید کا دن تھا صبح سویرے سب اماں جی سے
 ملنے کے لیے آ رہے تھے۔ حجاب بال کھولے، بغیر
 دوپٹے کے ابھر اُدھر قہقہہ رہی تھی۔ اماں جی نے
 اسے ٹوکا "حباب! چلا خلیہ درست کرو اور سر پر دوپٹہ لٹو۔"
 اماں جی تو اس نے کچھ بھی نہیں کہا لیکن حیدر
 چپٹی ہوئی اوپر چٹائی گئی۔ اس دن سے اماں جی نے
 حباب کو نصیحت کرنی چھوڑ دی اور ویسے بھی بے لگام
 گھوڑے میں دھما دھما بازو مشکل ہوتا ہے۔

اسکول سے آتے ہی حباب گھر میں پڑا تھا لایا
 کیونکہ اس کا پرانا موبائل خراب ہو گیا تھا اور اسے نیا
 موبائل چاہئے تھا۔

رہا بھی اس کے گلڑے ہوئے تیرہ سے
 پریشان ہوتی جا رہی تھی۔ وہ دن بہ دن خود مر ہوتی
 جا رہی تھی اور رہا عاشر سے جب اسکے رویے کی
 شکایت کرتی تو عاشر اسے دو ٹوک جواب دے دیتا

"تم نے اسے بگڑا ہے اب تم خود ہی اس کو
 سدھارو، میں تمہیں زندگی بھر کبھی نہیں سزا دوں گا تم سبھاری
 بنی کو کیا سمجھاؤ گے؟"

"عاشر یہ آپ کی بھی بیٹی ہے۔"

"میری بیٹی؟! آج تمہیں یاد آیا کہ یہ میری بیٹی
 بھی ہے، تم نے بھی اسکی زندگی کا کوئی فیصلہ مجھے
 کرنے دیا اب ہر باتم نے اپنی من مانی کی اور آج
 جب معاملہ تمہارے ہاتھوں سے نکلا رہا ہے تو تمہیں
 یاد آ رہا ہے کہ حباب میری بیٹی کھاتی ہے۔"

عاشر بھی حباب کے پیسے ہونے رنگ و رنگ
 دیکھ کر پریشان ہو رہا تھا اور خدا سے اس کے دم
 و فضل کی درخواست کر رہا تھا۔

رہا حباب کے کمرے میں آئی تو پوچھے کمرے
 کا نقشہ بدلا ہوا تھا۔ فیس میں حباب نے ساری چیزوں کو
 فرش پر پھیلت دیا تھا سائیز ٹیبل پر رکھی عاشر اور وہ
 کی تصویر نیچے حباب کے پیروں کے پاس ٹوٹی ہوئی
 پڑی تھی، کمرے کی اس قدر بری حالت دیکھ کر وہ کا
 سر چکر اٹھیا۔

"حباب! اس قدر کیوں چھڑ رہی ہو اور یہ کمرے کی
 کیا حالت کی ہوئی ہے؟ کیا تم کوئی بزنس میں ہو کہ
 موبائل اسکے بنا تمہارے کام رک جائیں گے؟ حباب
 میں دیکھ رہی ہوں، آجکل تم حد سے تجاوز کرتی
 جا رہی ہو اب بھی وقت ہے سدھر جاؤ ورنہ مجھے کوئی
 انتہائی قدم اٹھانا پڑے گا"

"ماما میں آپ کے بے نیکی سوالوں کے جواب
 نہیں دینا چاہتی، بس مجھے موبائل چاہیے اور وہ بھی

بابا رحیم

آج تمام تک درنہ میں ماموں کو فون کرتی ہوں وہ مجھے رادیں گے۔

یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر چلی گئی۔

ردا کو اب پانی سر سے گزرتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ جاہلیت آزاد خیال ہوتی جا رہی تھی، ایک بار غلطی سے وہ اپنے موبائل پر پاسورڈ لگا کر بھول گئی تو ردائے اس کا موبائل چیک کیا شرم کے مارے ردائے کی نگہیں جھک گئیں اور وہ اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

رات کو عاشق کام سے گھر واپس آیا تو اسے ردا کا رویہ کچھ بدلا بدلا سا لگا۔ عداوت اور پشیمانی اس کے چہرے سے عیاں ہو رہی تھی۔

ردا کو لفظ نہیں مل رہے تھے وہ زار و قطار روئے لگی۔

”عاشق! مجھے معاف کر دیں میں نے آپ کے ساتھ بہت غلط کیا اب میں نے اپنے ہاتھوں سے اپنی دنیا و آخرت خراب کی، میں اماں جی اور بھابھی سے بھی معافی مانگوں گی میں نے ان کی بھی دل آزاری کی ہے۔“

وہ بولتے ہوئے بھی مسلسل روئے جا رہی تھی عاشق سے اس کا رویہ ناخوش دیکھا جا رہا تھا۔

”ردا! رو نہ بند کر اور مجھے بتاؤ کیا ہوا۔“

”عاشق آپ صحیح کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے بندے کو جس کام کے کرنے سے منع کیا ہے تو اسکی بھلائی کے لئے ہی منع کیا ہے۔ میں سمجھتی تھی کہ ایجوکیشن اسکول سے تعلیم حاصل کر کے بچیاں با اعتماد بنیں جن ان کا مستقبل تابناک بننا ہے لیکن جو میں نے آج

دیکھا اس سے مجھے لگتا ہے ان اسکولز میں بیٹھا کر تو بچیوں کا کوئی مستقبل ہی نہیں رہتا وہ بے راہ روی کا شکار ہو جاتی ہیں دین سے دور ہو جاتی ہیں۔

”عاشق مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے مجھے جہاں کے تیور ٹھیک نہیں لگ رہے، سارا دن دو موبائل پر لگی ہوئی ہوتی ہے اس منہ زور طوفان کو روکنا ہوگا ورنہ وہ سب کچھ بہا لے جائے گا۔ یہ کہہ کر ردائے پھر سے روئے لگی۔

تقریر پریشان مت ہو میں اماں جی سے بات کرتا ہوں، وہ ضرور کوئی نیکوئی مل نکالیں گی۔

”اماں جی مجھے معاف کر دیں میں نے آپ کے اور بھابھی کے ساتھ بہت غلط کیا، میں نے آپ کے اچھے چہرے کا ناجائز فائدہ اٹھایا۔“ ردائے جھوڑ کر اماں جی اور بھابھی سے معافی مانگنے لگی۔

ہو جو ہوا سے بھول جاؤ اور جو بیت گیا اس پر شک بہانے سے کچھ حاصل نہیں، دیکھنا انسان اپنی غلطیوں سے ہی سیکھتا ہے۔

یہ کہہ کر اماں جی نے ردائے کو گلے سے لگا لیا۔ اور بڑی ہموکل سیف کی ہم خواہ سے مشقی کر رہے ہیں۔ تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں۔

”اماں جی یہی باتیں کرتی ہیں آپ! سیف آپ کا بیٹا ہے آپ جو فیصلہ کریں گی، وہ بالکل درست ہوگا اور جہاں بھی مجھے اپنی دما کی طرح عزیز ہے۔ مجھے تو بہت خوشی ہوگی کہ میری بیٹی میرے گھر آجائے گی۔

بھابھی کی باتیں سن کر ردائے اور شرمندہ ہو گئی کچھ

واپسی ہوئی تو سب کے چہروں کے زمین ٹھٹھکیں گے
کیونکہ حیا جیبا کا شر سے جہار مانگیس بن چکی تھی۔
ماما پاپا I am sorry لیکن میرے پاس

اسکے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ میں اور دوا صاحب
ایک ساتھ پڑھتے ہیں اور ہم تین سال سے ایک
دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور میں مانگیس کے
علاوہ کسی دوسرے کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتی اور
ماما میں بالغ اور سمجھدار ہوں آپ مجھ پر اپنی مرضی
مسلط نہیں کر سکتیں۔

یہ کہہ کر جہار مانگیس کے ساتھ چلی گئی۔
روا کا صدمے سے برا حال تھا اس کو یقین نہیں
آ رہا تھا کہ اسکی بیٹی اس کے ساتھ ایسا بھی کر سکتی
ہے۔

”دیکھو رو! اس لیے میں کو ایسیجیو کیشن کے خلاف
تھا۔ جہاں لڑکا لڑکی ہوتے ہیں، ان کے درمیان
شیطان ضرور آتا ہے اور بہت کم لوگ ٹٹا ہوتے ہیں
جو اس کے بہکاوے سے بچ پاتے ہیں، لیکن
اب بیچھڑانے سے کیا فائدہ
جب جڑیا چگ گئی کھیت

☆.....☆.....☆

لوگوں کا ظرف اتنا بڑا ہوتا ہے کہ وہ سامنے والے کا
ہر قسم ہنس کر معاف کر دیتے ہیں اور وہی لوگ دین
و دنیا میں سرخرو ہوتے ہیں۔
ردانے جہا کو اس کی مفتی کی خبر دی، تو اس نے

گھر میں کھرا مچا دیا۔
”یہ ممکن ہی نہیں ماما کہ میں سیف سے مفتی
کردں۔“

”کیوں سیف میں کیا برائی ہے؟ مجھے بتاؤ۔“
”سیف میری تائپ کا نہیں ہے ماما۔“
”اپنی بکواس بند کر جہا اور اپنی آواز چچی رکھو۔“
”اور ابھی تم اتنی بڑی نہیں ہوئی کہ اپنے فیصلے
خود کر کے لگو۔“

”ماما یہ میری زندگی ہے اور اسے کس طرح
گزارتا ہے یہ میں اٹے کر مفتی آپ لوگ نہیں۔“
یہ کہہ کر وہ صوبال پر کسی سے بات کرنے لگی۔
بچے کے پورشن میں مفتی کی تیاریاں زور و شور
سے چل رہی تھیں۔
ردانے بڑی مشکل سے جہا کو اس مفتی کے لئے
تیار کیا تھا۔

جہا پارلر میں تیار ہونے لگی ہوئی تھی لیکن جب
گاڑی اسے لینے گئی تو جہا کا دہاں نام و نشان بھی نہیں
تھا۔

سب نے پورے شہر میں دوڑیں لگا دیں لیکن
جہا کا کوئی آہ پتا نہیں تھا۔ بھابھی اماں جی اور ردا کو
تسلیاں دے رہی تھی

خدا خدا کر کے رات کے گیارہ بجے جہا کی
ماما صاحب